تفسیر المنار کی روشنی میں اسلامی عمرانیات کی خصوصیات

Islamic Social Properties in the Light of Tafseer al Manar

حافظ محمد اسلم[1]

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن[2]

ABSTRACT

While studying these social properties of Islam in the light of Tafseer al Manar, it becomes obvious that the basic purpose of the creation of human beings is to seek their creator's wish which cannot be acquired without His fearing and obedience (to Him).

After paying Allah's rights, taking care of human rights plays a vital role in the reform and salvation of any society. Actually, Islam teaches its followers to rise up the human standards as the actual achievement of a human being lies in the purity of character.

Only a brimful of God fearing person can possess this kind of disposition who is neither deceived by the arrogance of opulence nor poverty, penury, and starvation can deprive him from the hope of Divine Mercy. Instead, he takes the abundance of wealth and worldly things the Divine bounty, thanks for these things to Allah and spends it in His way.

And on deprivation from the above mentioned Divine bounty, instead of reproaching, he is satisfied and contended taking this condition as his Allah's wish.

Sayd Rasheed Raza has discussed this topic argumentatively in Tafseer al Manar. That if we look into the teachings of Quran o Sunnah, it can be analyzed easily that Islam wants to build a society where individuals should contain the passion of mutual love, forgiveness, selflessness, sacrifice disinterestedness, human service and veneration. They instead of collecting the money and piling up the worldly things, should take it a great obligation to spend money in Allah's way. Gaining the throne and fortune should not be the sole source of absolute autocracy and fulfillment of their ancient desires instead the good will of tenants /human beings should be the basic purpose.

Key Words: Islamic Social Properties, Tafseer al Manar, Allah's rights, Human rights, Society.

تفسیر المنار ایک جامع العلوم اور متداول تفسیر ہے اور اسے پورے عالمِ اسلام کے اہلِ علم میں مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ایک خاص پہلو "اسلامی عمرانیات" پر گفتگو سے پہلے اس کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔

العمران هو العلم الذی یُعنی بدراسة السلوك البشری الاجتماعی و تفاعلات البشر مع بعضهم البعض بهدف النهوض بالمجتمع.

---

[1] پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

[2] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

"عمرانیات وہ علم ہے جس میں انسان کے اجتماعی احوال اور ایک دوسرے کے ساتھ باہمی معاملات کا معاشرتی پہلو کے اعتبار سے مطالعہ کیا جاتا ہے"

علامہ ابن خلدون عمرانیات کی تعریف یوں کرتے ہیں:

ویعبّر الحکماء عن ھذا بقولھم الإنسان مدنیّ بالطّبع أی لا بدّ لہ من الاجتماع الّذی ھو المدینۃ فی اصطلاحھم وھو معنی العمران۔

"اہل دانش انسانی معاشرت سے متعلق یہ مؤقف اختیار کرتے ہیں کہ انسان فطری طور پر مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے یعنی ایسی اجتماعیت اس کی مجبوری ہے جو ان کی اصطلاح میں باہمی میل جول سے حاصل ہوتی ہے اور یہی عمرانیات کا معنیٰ ہے"

اسلامی عمرانیات کی تعریف:۔

علم الاجتماع الانسانی والعمران البشری انما ھو علم الکشف عن سنن اللہ الاجتماعیۃ ای قوانین اللہ فی المجتمع۔

"اللہ تعالیٰ کے معاشرتی اصولوں یعنی معاشرے سے متعلق قوانین الٰہی سے پردہ اٹھانے کا علم ہی انسانی معاشرت اور عمرانیات کا علم ہے"

صاحب "موسوعۃ القلوب" اسلامی عمرانیات کی تعریف یوں لکھتے ہیں:

وما العمران؟ إن ھی إلا حقول من الأناسی کحقول النبات. ھذا یسقی بالماء، وذاك یسقی بالوحی. غرس منھا یزکو، وغرس منھا خبیث، غرس منھا ینمو ویثمر. وغرس منھا یجف ویموت غرس منھا یقبل فیحیا، وغرس منھا یرفض فیموت۔

"اور عمرانیات کیا ہے؟ یہ تو گھاس (پودوں) کے کھیتوں کی طرح لوگوں کے بھی کھیت ہیں۔ یہ (گھاس کے کھیت) پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں اور وہ (انسانی کھیت) وحی الٰہی سے سیراب کیے جاتے ہیں۔ کوئی پودا ان میں سے پاکیزہ وعمدہ ہے اور کوئی پودا بُرا وخراب ہے۔ اس کا کوئی پودا بڑھتا اور پھل لاتا ہے۔ اور کوئی پودا خشک ہو جاتا ہے۔ جو پودا) پانی کی تاثیر (قبول کرتا ہے وہ تروتازہ رہتا ہے اور جو تاثیر لینا چھوڑ دیتا ہے وہ خشک ہو جاتا ہے"

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی عمرانیات ایک وسیع مفہوم میں استعمال ہونے والی اصطلاح ہے، جس میں اسلام کا نظامِ معاشرت، نظامِ عبادت، نظامِ سیاست بلکہ تمام نظامِ زندگی کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسلام ایک کامل اور جامع ضابطہ حیات اور نظام قدرت ہے۔ جس طرح اس دین کا بانی ہر کمزوری اور ہر عیب سے پاک ومنزہ ہے اسی طرح معاشرے کی اصلاح وفلاح کے لئے دینِ اسلام کی صورت میں اس نے ہمیں جو نظام عطا فرمایا ہے وہ بھی پاکیزہ اور ہر نقص سے پاک ہے۔ اس کے اوامر میں بھی بے شمار حکمتیں مضمر ہیں اور اس کی نواہی کے بھی بے پناہ فوائد وثمرات ہیں جن کا حقدار بننے کے لئے ان اوامر ونواہی پر کاربند ہونا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نظامِ جزا وسزا بھی اسی پر منطبق ہوتا ہے کہ بندہ کتنی اس کی فرمانبرداری کرتا ہے اور کس قدر اس کی نافرمانی

کرتا ہے۔ چونکہ رب اپنے بندے سے بے پناہ محبت کرتا ہے اس لئے اس کی منشاء ورضا یہی ہے کے بندہ اپنے پروردگار کو راضی کر کے اس کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کا مستحق ٹھہرے۔ اسی مقصد کے لئے اس نے اپنے انبیاء ورسول مبعوث فرمائے جنہوں نے بندگانِ خدا کو حق کی طرف دعوت دی اور اس کی پیروی کرنے والوں کو انعامات کی خوشخبری سنائی۔ اور ایسے افراد پر مشتمل معاشرہ ہی اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے۔ علامہ رشید رضا نے اپنی تفسیر المنار میں اسلامی عمرانیات کی جن خصوصیات کو تفصیلاً بیان کیا ہے ان میں سے چند اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

اسلام نظامِ ربانی اور دین فطرت ہے:۔

دینِ اسلام کی تمام کلیات و جزئیات میں ہر طرح کی خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ایک کامل دین کہا ہے اور لوگوں کے لئے اسے پسند فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

" آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا"

اسلام کے عمرانی نظام میں اللہ تعالیٰ نے فرد، خاندان، قبیلے اور پوری امت کی ضروریات وحاجات کا خیال رکھا ہے۔ اگر وہ ایک مومنہ عورت کی التجا اور خاوند کے ساتھ ہونے والے اس کے جھگڑے کو سن کر اس کا حل ارشاد فرما دیتا ہے تو پھر اجتماعی ضروریات کو وہ کیسے پورا نہیں فرمائے گا۔ تمام انسان اپنے رب کے فضل، اس کی ہدایت وشریعت اور اس کے رزق کے محتاج ہیں اس لیے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ○ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾

" اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کچھ رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے"

اس پاکیزہ نظام کی وضاحت قرآن پاک میں ایک مثال سے یوں بیان کی گئی ہے:

﴿مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾

" اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال ایک اچھے درخت کی طرح بیان فرمائی ہے جس کی جڑ (زمین میں) جمی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں"

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کی وضاحت مفسر المنار یوں لکھتے ہیں:

الْإِسْلَامُ دِينُ الْفِطْرَةِ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ وَفِطْرَةُ اللهِ الَّتِي عَلَيْهَا هِيَ الْجِبِلَّةُ الْإِنْسَانِيَّةُ، الْجَامِعَةُ بَيْنَ الْحَيَاتَيْنِ: الْجِسْمَانِيَّةِ الْحَيَوَانِيَّةِ، وَالرُّوحَانِيَّةِ

الْمَلَكِيَّةِ، وَالِاسْتِعْدَادُ لِمَعْرِفَةِ عَالَمِ الشَّهَادَةِ وَعَالَمِ الْغَيْبِ فِيهِمَا.

"اسلام دینِ فطرت ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا): یہی فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی اس تخلیق میں کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا (اللہ تعالیٰ کا وہ طریقہ جس کے مطابق یہ انسانی فطرت ہے۔) یہ (دوطرح کی زندگیوں کی جامع ہے: ایک جسمانی جو کہ جاندار کی صفت ہے اور دوسری روحانی جو کہ فرشتے کی صفت ہے۔ اور ان دونوں میں عالم غیب اور حاضر کو پہچاننے کی صلاحیت موجود ہے"

اس آیت کی تفسیر میں امام مجاہدؒ فرماتے ہیں:

الْفِطْرَةُ: الدِّينُ الْإِسْلَامُ.

"فطرت وہ دینِ اسلام ہے"

فطرت سے متعلق حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ. فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں"

ان آیات و روایات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اسلامی عمرانیات کے سب افراد ایک ہی نظام کے تحت زندگی گذارتے اور اس کیلئے جیتے اور مرتے ہیں اور وہ نظام ہے دین فطرت یعنی اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت جو اس نظام کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

خدمتِ خلق:۔

اسلامی عمرانیات کا سب سے بڑا پہلو حقوق العباد سے متعلق ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی ہی دراصل خدمت خلق ہے۔ ہر انسان کی خواہش ہوتی کہ لوگ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، عزت واحترام سے پیش آئیں اور دکھ سکھ میں اس کے ہمدرد وغم خوار بنیں تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور عزت واحترام سے پیش آئے۔ آج اگر وہ جوانی اور تندرستی میں ایسا کرے گا تو بڑھاپے میں لوگ اس کی خدمت کریں گے۔

؎ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد　آنکہ خدمت نہ کرد او محروم شد

(جس نے خدمت کی وہ مخدوم ٹھہرا اور جس نے خدمت نہ کی وہ محروم ہوا)

اس سلسلے میں قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات میں سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾

"اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے"

اس آیت کی تفسیر میں مفسر المنار لکھتے ہیں:

ذَلِكَ أَنَّ الْحِكْمَةَ فِي تَرْبِيَةِ النَّفْسِ بِالْأَعْمَالِ الْحَسَنَةِ وَالْأَخْلَاقِ الْفَاضِلَةِ هِيَ أَنْ تَرْتَقِيَ وَيَتَّسِعَ وُجُودُهَا فِي الدُّنْيَا، فَيَعْظُمَ خَيْرُهَا وَيَنْتَفِعَ النَّاسُ بِهَا، وَتَكُونُ فِي الْآخِرَةِ أَهْلًا لِجِوَارِ اللهِ تَعَالَى مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ الَّذِينَ بَذَلُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، وَجَعَلُوا أَكْثَرَ أَعْمَالِهِمْ خِدْمَةً لِلنَّاسِ وَسَعْيًا فِي خَيْرِهِمْ۔

"اچھے اعمال اور اعلیٰ اخلاق کے ذریعے نفس کی تربیت کرنے میں حکمت یہی ہے کہ نفس ترقی کرتا ہے اور اس کا وجود وسیع ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی اچھائی بڑھ جاتی ہے اور لوگ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں اور آخرت میں وہ ان انبیاء، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اہل بن جائے گا جنہوں نے اپنی جان اور مال) اللہ کی راہ میں(خرچ کردیئے اور انہوں نے اکثر خدمتِ خلق کے کام کئے اور ان کی بھلائی کی کوشش کی"

اسی طرح احادیث طیبہ میں خدمت خلق کے حوالے سے بہت تعلیم دی گئی ہے۔

جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ۔

"تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ ایسا کرے"

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

إِنَّ لِلَّهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ، تَفْزَعُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فِي حَوَائِجِهِمْ، أُولَئِكَ الْآمِنُونَ مِنْ عَذَابِ اللهِ۔

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے پیدا کیا ہے لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے"

معاشرے کے افراد کو دنیاوی مال و متاع اور جاہ وحشمت کے سلسلے میں آپس کے بغض وحسد، بددلی اور مایوسی سے بچانے کیلئے آنحضور ﷺ نے بڑا نفسیاتی طریقہ تجویز فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص ہر حیثیت سے معاشرہ میں تمام لوگوں پر فضیلت و برتری رکھتا ہو تو اس کو یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اپنے سے کم درجے کے لوگوں کی طرف دیکھ کر غرور اور تکبر کا شکار ہوجائے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے اور اپنے بلند کردار کے ذریعے تواضع وانکساری اور خدمت خلق کو اپنا شعار

بنائے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت خلق کے کاموں سے ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسے دوسری عبادتوں سے ملتا ہے۔

اعزاز و احتساب کی تعلیم :۔

اسلامی عمرانیات کی اہم خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اچھا کام کرنے والے کی حوصلہ افزائی اور اس کی تائید کی گئی ہے اور جو غلط کام کرتا ہے اور کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے اس کا احتساب کیا گیا ہے۔ اس نظام کے بغیر اسلامی عمرانیات میں زندگی کا وجود ممکن نہیں۔ اعزاز و احتساب کا یہ پہلو دراصل عدل و انصاف کا ہی ایک حصہ ہے۔ یعنی اسلام کسی کے ساتھ ناانصافی اور ظلم و زیادتی کو برداشت نہیں کرتا جو جس سلوک کا مستحق ہے اس کے ساتھ ویسا برتاؤ چاہتا ہے۔ اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے اسلام میں نمایاں کردار ادا کرنیوالوں کی زبردست حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی کو دیکھا تو انہیں صدیق کے اعزاز سے نواز دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت ایمانی کو دیکھ کر فرمایا جس کوچے سے عمر گذرے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ عثمان اب کے بعد اگر کوئی اور نیکی نہ بھی کرے تو اسے اتنی ہی نیکی کافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسد اللہ کا اعزاز عطا فرمایا۔ حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ امین الامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید سیف من سیوف اللہ کے تمغہ بسالت سے نوازے گئے۔ اسی طرح کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے حسن کارکردگی پر اعزاز سے نوازا ہے۔ اسلامی عمرانیات کی یہ خصوصیت ہے کہ جس طرح باکردار لوگوں کی حوصلہ افزائی ضروری ہے اسی طرح نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر مجرموں، کام چوروں، بددیانتوں اور ملک و ملت اسلامیہ کی عزت و شہرت کو نقصان پہنچانے والوں کا کڑا احتساب بھی لازمی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر معاشرے میں ایک جرم نہیں بلکہ کئی جرائم اور ایک مجرم نہیں بلکہ مجرموں کے کئی گروہ پیدا ہوں گے۔ اس کے لیے بہتر صورت یہی ہے کہ معاشرے میں شعور اور اخلاقی اقدار کو اتنا فروغ دیا جائے کہ جرم کرنیوالا خوف خدا اور اپنے ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے آپ کو احتساب کیلئے پیش کردے۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے یہ ماحول پیدا فرمایا تھا۔

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے:

فَجَاءَتِ الْغَامِدِيَّةُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي،----- ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا إِلَى صَدْرِهَا، وَأَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوهَا، فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بِحَجَرٍ، فَرَمَى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلَى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا، فَسَمِعَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّهُ إِيَّاهَا، فَقَالَ: مَهْلًا يَا خَالِدُ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا، وَدُفِنَتْ.

"غامدیہ" قبیلے کی (عورت آئی اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ تحقیق میں نے زنا کیا ہے پس آپ ﷺ مجھے پاک کر دیں۔۔۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے حکم دیا تو اس کے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے

اسے سنگسار کر دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سر پر ایک پتھر مارا تو خون کی چھینٹے خالد بن ولیدؓ کے چہرے پر آن پڑے اور انہوں نے اسے بُرا بھلا کہا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کی اس بات کو سن لیا اور روکتے ہوئے فرمایا: اے خالد! ایسا نہ کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تحقیق اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز ٹیکس وصول کرنیوالا بھی ایسی توبہ کرتا تو اسے معاف کر دیا جاتا پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اس کا جنازہ ادا کیا گیا اور اسے دفن کیا گیا"

تاریخ اسلام میں خود احتسابی کا یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ اس کے بعد احتساب کے باب میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ جس پاکیزہ معاشرے کی ایک خاتون میں اتنا خوف خدا ہے کہ ایک جرم کی سزا میں وہ اپنے آپ کو عدالت نبویؐ میں پیش کر دیتی ہے اور دنیا کی جز وقتی تکلیف و عذاب کو آخرت کی ابدی سزا پر ترجیح دیتے ہوئے اپنے آپ کو فنا کر دیتی ہے۔ تو اس معاشرے کے مرد کتنا احتساب کا خیال رکھتے ہوں گے؟ درحقیقت یہی چیز ایک اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست کی فلاح و کامیابی کی اصل ہے۔

اجتماعی عمل میں سستی کرنے پر سوشل بائیکاٹ:۔

نبی کریم ﷺ نے جب غزوہ تبوک کیلئے لشکر تیار فرمایا اور روانہ ہو گئے تو پیچھے رہ جانیوالوں میں منافقین اور معذوروں کے سوا تین مخلص صحابہ بھی تھے۔ جن کے نام کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن ربیعؓ ہیں۔ ان میں آخری دو صحابہ بدری ہیں اور باقی غزوات میں بھی شریک ہوئے ہیں۔ لیکن اس نازک اور اہم موقع پر ان سے کسی طرح سستی ہو گئی۔ واپسی پر آپ ﷺ نے سخت ایکشن لیا اور ان کے خلاف بائیکاٹ کا اعلان فرما دیا۔ جس کا حال حضرت کعبؓ کی زبانی اس طرح ہے:

وَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ---------حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِينَ، إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ. فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا؛ أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟ قَالَ: لَا. بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا.

" اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے روک دیا۔ بہت سے لوگ جو غزوے میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں سے ہم تین تھے ---------- یہاں تک کہ جب چالیس دن گذر چکے تو رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے جدا ہو جاؤ میں نے پوچھا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا نہیں صرف اس سے جدا ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ"

یہ اس طویل حدیث کا کچھ حصہ ہے جو کتب صحاح میں موجود ہے مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم میں سستی کرنے پر ان تین حضرات کو اتنی بڑی سزا ملی کہ پورا معاشرہ ان سے بات کرنا تو کجا سلام تک کا جواب دینے کو تیار نہیں تھا۔

چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ، وَآتِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَأَقُولُ فِي نَفْسِي: هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ أَمْ لَا؟

"میں باہر نکلتا تھا مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا۔ لیکن مجھ سے کوئی بات نہ کرتا تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا اور آپ کو سلام کرتا تھا اور اس جستجو میں لگا رہتا تھا کہ دیکھوں کہ میرے سلام کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹ ملے یا نہیں؟"

جب ان تین صحابہ کرام کے خلاف اس سوشل بائیکاٹ کو پچاس دن ہو گئے تو ان کی کیفیت یہ تھی کہ نہ جیتے تھے نہ مرتے تھے قرآن مجید نے ان کی اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

"اور ان تین پر جن کو پیچھے رکھا گیا تھا یہاں تک کہ زمین اتنی وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تھی اور ان پر ان کی جان تنگ ہو گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں۔ بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے"

اس طویل حدیث کو ذکر کرنے کے بعد مفسر المنار اس کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں:

إِنَّ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ لَأَكْبَرَ عِبْرَةٍ تَفِيضُ لَهَا عَبَرَاتُ الْمُؤْمِنِينَ، وَتَخْشَعُ لَهَا قُلُوبُ الْمُتَّقِينَ، وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ لَا يُبْكِيهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَمَا تُبْكِيهِ هَذِهِ الْآيَاتُ وَحَدِيثُ كَعْبٍ فِي تَفْصِيلِ خَبَرِهِمْ فِيهَا. وَأَيُّ مُؤْمِنٍ يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ أَنْ تَفِيضَ مِنَ الدَّمْعِ، وَقَلْبَهُ أَنْ يَجِفَّ وَيَرْجُفَ مِنَ الْخَوْفِ إِذَا قَرَأَ أَوْ سَمِعَ هَذَا الْخَبَرَ.

"یقیناً اس قصے میں بہت بڑی عبرت ہے جس کے لئے ایمان والوں کے آنسو بہہ پڑتے ہیں اور پرہیز گاروں کے دل لرز جاتے ہیں۔ امام احمدؒ کو جتنا قرآن پاک کی یہ آیات اور حضرت کعبؓ کی حدیث جس میں ان کے حال کی تفصیل ہے، رلاتی تھیں اتنا اور کوئی چیز نہیں رلاتی تھی۔ اور جو بھی صاحب ایمان آنکھیں اور دل رکھتا ہے جب اس خبر کو پڑھتا ہے تو اس کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل خوف سے کانپ اور لرز جاتا ہے"

یہ احتسابی ماحول تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب خوف خدا ہو اور ضمیر زندہ ہو۔ اگر خوف خدا نہ رہے اور ضمیر پر ہوس و لالچ، شہرت اور کرسی کی خواہش غالب آجائے تو امیر جماعت کا فرض بنتا ہے کہ وہ کسی خوف و خطرے کی پرواہ کئے بغیر اپنا کردار ادا کرتے ہوئے ایسے لوگوں کا محاسبہ کرے۔ مقصد یہ نہیں کہ دہشت گرد جماعتوں کی طرح اپنے کارکنوں کو مروا یا جائے یا پھانسی پر لٹکا دیا جائے بلکہ جو لوگ ملک، جماعت اور مسلک کیلئے ذلت و رسوائی کا باعث ہیں ان پر اخلاقی دباؤ تو قائم کرنا چاہیئے تاکہ وہ معاشرے میں بے لگام ہونے کی بجائے کچھ خوف تو محسوس کریں۔ ورنہ معاشرہ اخلاقی پستی کا شکار ہو کر اپنا مقام کھو بیٹھے گا اور

ایسے لوگ معاشرے کیلئے دردسر بن جائیں گے جیسا کہ آج پاکستان میں دیکھنے میں آرہا ہے۔

جاگیرداری نظام کی نفی:۔

اسلامی عمرانیات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جاگیرداری نظام کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ دراصل یہ نظام یہودیت اور عیسائیت کی پیداوار ہے جس میں جاگیردار طبقہ اپنی قوت کے بل بوتے پر اپنے ماتحت لوگوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا ہے۔اسلام نہ صرف ایسے نظام کی مذمت کرتا ہے بلکہ اس کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کی تعلیم دیتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی ایک آیت میں اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کو حکماً ارشاد فرمایا ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾

"اے نبی! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور) نیکی کی راہ میں (انہیں بڑھاؤ"

اس آیت کی تفسیر میں مفسر المنار لکھتے ہیں:

ذَلِكَ بِأَنَّ الْأَمْوَالَ قِوَامُ حَيَاةِ النَّاسِ وَقُطْبُ الرَّحَى لِمَعَايِشِهِمْ وَمَرَافِقِهِمُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ وَهُمْ مُتَفَاوِتُونَ فِي الِاسْتِعْدَادِ لِلْكَسْبِ وَالتَّثْمِيرِ، وَالْإِسْرَافِ وَالتَّقْتِيرِ، وَالْقَصْدِ وَالتَّدْبِيرِ، وَالْجُودِ وَالْبُخْلِ وَالتَّعَاوُنِ عَلَى الْبِرِّ، فَلَا يَنْفَكُّ بَعْضُهُمْ مُحْتَاجًا إِلَى بَعْضٍ فِي كَسْبِ الرِّزْقِ وَفِي إِنْفَاقِهِ. وَذَمُّ الْبُخْلِ بِالْمَالِ وَالْكِبْرِيَاءِ بِهِ وَالرِّيَاءِ فِي إِنْفَاقِهِ: قَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾.

"یہ) حکم (اس لئے ہے کہ لوگوں کی معیشت اور ان کے عام وخاص فوائد کے لئے مال زندگی کے لئے گذارہ اور مرکزی نقطہ ہیں۔کیونکہ لوگ مال کمانے اور ان کو زیادہ کرنے، فضول خرچی اور کنجوسی کرنے، میانہ روی اور تدبیر کرنے، سخاوت اور بخل کرنے اور نیکی پر باہمی تعاون کرنے کی صلاحیت میں مختلف ہیں۔لہٰذا رزق حاصل کرنے اور اسے خرچ کرنے میں لوگ ایک دوسرے کے لازماً محتاج ہوتے ہیں۔اس لئے مال خرچ کرنے میں بخل، تکبر اور ریاکاری کی مذمت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" جو لوگ مال میں، جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے، بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لیے برا ہے۔ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا"

اس سلسلے میں ارشادات نبویہ سے بھی خوب رہنمائی ملتی ہے۔چنانچہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا:

حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.

"حضرت شداد بن عبداللہؓ نے حدیث بیان فرمائی کہا میں نے ابوامامہ سے سنا انہوں کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن آدم اپنی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کردینا تیرے لیے بہتر ہے اگر تو اس کو روک لے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور دینے کی ابتدا

اپنے اہل وعیال سے کر اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے"

ایک اور روایت میں ارشاد ہوتا ہے:

يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي، وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ، أَوْ أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ؟.

"انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال وہ ہے جو تو نے صدقہ کر دیا اور گذر گیا یا تو نے کھا کر ختم کر دیا یا تو نے پہن کر بوسیدہ کر دیا"

ان آیات وروایات کا منشا اور مقصد یہی ہے کہ جاگیرداری کا سبب دولت کی ہوس بنتی ہے اور دولت کا اسلام میں کیا مقام ہے؟ یعنی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مال وہ ہے جو اس کی راہ میں خرچ کیا جائے اس کے علاوہ ہر مال اور دولت صاحب مال کیلئے وبال جان اور آخرت میں عذاب کا سبب بن جائے گا۔

آمریت کی حوصلہ شکنی:۔

اسلام میں آمریت کی گنجائش نہیں اور اسلام آمریت کو نہ صرف ناپسند کرتا ہے بلکہ سختی سے اس کی تردید بھی کرتا ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ﴾

"کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب، حکومت اور پیغمبری دے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے تم درس کرتے ہو"

اس آیت کی تفسیر میں مفسر المنار لکھتے ہیں:

لَهُ عِنْدِي وَجْهَانِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّ الْعِبَادَةَ الصَّحِيحَةَ لِلَّهِ - تَعَالَى - لَا تَتَحَقَّقُ إِلَّا إِذَا خَلَصَتْ لَهُ وَحْدَهُ فَلَمْ تَشُبْهَا شَائِبَةٌ مَا مِنَ التَّوَجُّهِ إِلَى غَيْرِهِ فَمَنْ دَعَا إِلَى عِبَادَةِ نَفْسِهِ فَقَدْ دَعَا النَّاسَ إِلَى أَنْ يَكُونُوا عَابِدِينَ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَإِنْ لَمْ يَنْهَهُمْ عَنْ عِبَادَةِ اللَّهِ، بَلْ وَإِنْ أَمَرَهُمْ بِعِبَادَةِ اللَّهِ۔

"میرے نزدیک اس کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک وہ صرف اسی کے لئے خالص نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف توجہ کا شائبہ تک نہ ہو۔ لہٰذا جو شخص اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے وہ لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر وہ اس کے غلام بن جائیں خواہ وہ انہیں اللہ کی عبادت سے روکے یا اس کا حکم دے"

الْوَجْهُ الثَّانِي: أَنَّ مَنْ يَتَوَجَّهُ بِعِبَادَتِهِ إِلَى غَيْرِ اللَّهِ - تَعَالَى - عَلَى أَنَّهُ وَسِيلَةٌ إِلَيْهِ وَمُقَرِّبٌ مِنْهُ وَشَفِيعٌ عِنْدَهُ

أَوْ عَلَى أَنَّهُ مُتَصَرِّفٌ بِالنَّفْعِ وَدَفْعِ الضُّرِّ لِقُرْبِهِ مِنْهُ. فَتَوَجُّهُهُ هَذَا إِلَيْهِ عِبَادَةٌ لَهُ مُقَدَّرَةٌ بِقَدْرِهَا فَهُوَ عَبْدٌ لَهُ فِي هَذَا الْقَدْرِ مِنَ التَّوَجُّهِ إِلَيْهِ مِنْ دُونِ اللهِ۔

"اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس خیال سے غیر اللہ کی عبادت کی طرف توجہ کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف وسیلہ بن جائے گا اور اس کے قریب کرنے والا ہوگا اور اس کا سفارشی بن جائے گا یا اس خیال سے عبادت کرتا ہے کہ وہ قرب الٰہی کی وجہ سے نفع ونقصان کا تصرف رکھتا ہے تو اس کی طرف اس کی یہ توجہ بھی ایک اندازے تک اسی کی عبادت ہے لہٰذا وہ اس اعتبار سے اسی کا غلام ہے کہ اس نے اللہ کو چھوڑ کر اپنی توجہ اس کی طرف کی ہے"

اسی ضمن میں یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی منقول ہے:

أَتُرِيدُ يَا مُحَمَّدُ أَنْ نعبدك كَمَا تَعْبُدُ النَّصَارَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَعَاذَ اللهِ أَنْ نَعْبُدَ غَيْرَ اللهِ، أَوْ أَنْ نَأْمُرَ بِعِبَادَةِ غَيْرِهِ. مَا بِذَلِكَ بَعَثَنِي، وَلَا بِذَلِكَ أَمَرَنِي.

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کی اسی طرح عبادت کریں جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کی تھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ ہم غیر اللہ کی عبادت کریں یا اس کے علاوہ کسی کی عبادت کا حکم دیں۔ نہ مجھے اس مقصد کیلئے بھیجا گیا ہے اور نہ ہی میں اس کا حکم دیتا ہوں"

یہ مکالمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ ہوا تھا جس میں انہوں نے یہ بات کہی تھی اور آپ کے جواب سے واضح ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذات کے سوا کسی کو معبود بنانے کی اجازت نہیں اور یہ کہ مخلوق سب اسی کی تابع فرمان ہے اور ان میں سے کسی کو بھی مطلق العنانی کا ذرا بھی کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

کمیونزم اور سوشلزم کی بیخ کنی:۔

اسلام نے کمیونزم اور سوشلزم کی سختی سے مذمت اور تردید کی ہے اور ایسے سسٹم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بتایا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں کمیونزم اور سوشلزم کی جو تفصیل آئی ہے اس میں سے چند حوالہ جات ذکر کئے جاتے ہیں۔

ایک جگہ لفظ مسلم کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر المنار لکھتے ہیں:

وَمَعْنَى الْأَوَّلِ- أَيِ الْإِخْلَاصُ فِي الِاعْتِقَادِ- أَيْ لَا يَتَوَجَّهُ الْمُسْلِمُ بِقَلْبِهِ إِلَّا إِلَى اللهِ وَلَا يَسْتَعِينُ بِأَحَدٍ فِيمَا وَرَاءَ الْأَسْبَابِ الظَّاهِرَةِ إِلَّا بِاللهِ۔

وَمَعْنَى الثَّانِي: أَنْ يَقْصِدَ بِعَمَلِهِ مَرْضَاةَ اللهِ- تَعَالَى- لَا اتِّبَاعَ الْهَوَى وَإِرْضَاءَ الشَّهْوَةِ وَمَنْ يَقْصِدُ بِأَعْمَالِهِ إِرْضَاءَ لِشَهْوَتِهِ وَاتِّبَاعَ هَوَاهُ لَا يَزِيدُ نَفْسَهُ إِلَّا خُبْثًا. وَبِذَلِكَ يَكُونُ بَعِيدًا عَنِ الْإِسْلَامِ وَيَصْدُقُ عَلَيْهِ قَوْلُهُ: ﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا﴾۔

"پہلا معنی ہے: یعنی عقیدہ میں اخلاص، یعنی مسلمان اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف نہ پھیرے اور ظاہری اسباب کے علاوہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد نہ چاہے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کے عمل کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو نہ کہ خواہش کی پیروی اور شہوت کی تکمیل ہو۔ اور جو شخص اپنے اعمال کا مقصد اپنی شہوت کی تکمیل اور اپنی خواہش کی پیروی بنالیتا ہے تو اس کے نفس میں ہمیشہ برائی کا ہی اضافہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ اسلام سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اس پر اللہ کا یہ فرمان سچا آتا ہے:) کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا تم اس پر نگہبان ہو سکتے ہو؟ ("

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

"پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اللہ کے بعد اب کون ہے جو اسے ہدایت دے کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے"

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

إِنَّمَا يأتمر بهواه، فما رآه حسنا فعله وما رَآهُ قَبِيحًا تَرَكَهُ.

"وہ صرف اپنی خواہش کا مامور ہوتا ہے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے اس کو کر لیتا ہے اور جس کو وہ قبیح سمجھتا ہے اس کو ترک کر دیتا ہے"

ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ مِنْ إِلَهٍ يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ عِنْدِ اللهِ مِنْ هَوًى مُتَّبَعٍ.

"حضرت ابوامامہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس آسمان کے نیچے جتنے معبود بھی پوجے جا رہے ہیں ان میں اللہ کے نزدیک بدترین معبود وہ خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہو"

ان آیات و روایات سے واضح تعلیم یہی ملتی ہے کہ اسلامی عمرانیات میں سوشلزم کی کوئی گنجائش نہیں جو معاشرہ ایسے سسٹم کا حامل ہوتا ہے وہ مکمل طور پر لادینی معاشرہ ہوتا ہے جسکا انجام دنیوی اور اخروی بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک:۔

اسلام شرف انسانیت کا علمبردار دین ہے۔ ہر فرد سے حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ اس میں کوئی اصول اور ضابطہ ایسا نہیں ہے جو شرف انسانیت کے خلاف ہو۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

"اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالیں کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں"

اپنی تفسیر میں یہ آیت نقل کرنے کے بعد مفسر المنار لکھتے ہیں:

إِنَّهُ لَا يَنْهَاهُمْ عَنِ الْبِرِّ وَالْقِسْطِ إِلَى مَنْ لَيْسُوا كَذَلِكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَشَدُّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلْمُؤْمِنِينَ أَيْضًا، وَأَبْعَدُ عَنْهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ. وَلَكِنَّهُ خَصَّ هَذَا النَّهْيَ بِتَوَلِّيهِمْ وَنَصْرِهِمْ لَا بِمُجَامَلَتِهِمْ وَحُسْنِ مُعَامَلَتِهِمْ بِالْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالْعَدْلِ. وَهَذَا مُنْتَهَى الْحِلْمِ وَالسَّمَاحِ بَلِ الْفَضْلِ وَالْكَمَالِ.

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکا جو مشرکین میں سے اس طرح) لڑتے (نہیں ہیں حالانکہ وہ بھی ایمان والوں کے سخت ترین دشمن ہیں اور اہل کتاب کی نسبت وہ ان سے زیادہ دور ہیں۔ لیکن اس نہی کو اللہ تعالیٰ نے ان کا ساتھ دینے اور ان کی مدد کرنے کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ نیکی، احسان اور انصاف والا اچھا معاملہ کرنے کے ساتھ) نہی کو (خاص نہیں کیا اور یہ نہ صرف بردباری اور نرمی کی انتہاء ہے بلکہ فضل اور کمال کی بھی انتہاء ہے"

تفسیر ابن کثیر میں اسی آیت کے تحت یہ روایت نقل کی گئی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ أَنَّهُمَا قَالَتَا: قَدِمَتْ عَلَيْنَا أُمُّنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي الْهُدْنَةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وبين قريش فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّنَا قَدِمَتْ علينا المدينة وهي رَاغِبَةٌ أَفَنَصِلُهَا، قَالَ: نَعَمْ فَصِلَاهَا.

"حضرت عائشہ اور حضرت اسماء (رضی اللہ عنھما) فرماتی ہیں ہمارے پاس ہماری والدہ مدینہ آئی اور وہ مشرکہ تھیں اس مخالفت میں جو رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان تھی پس ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہماری والدہ ہمارے پاس مدینہ آئی ہیں اور وہ رغبت بھی رکھتی ہیں کیا ہم اس سے صلہ رحمی کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس سے صلہ رحمی کرو"

اسلامی عمرانیات میں اقلیتوں کے حقوق کو کتنی اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ اس فرمان مبارک سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ. فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

"خبردار! جس نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا"

یہ صرف ایک تنبیہ ہی نہیں بلکہ ایک قانون ہے جو نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں اسلامی مملکت میں جاری تھا جس پر بعد میں بھی

نہیں ہوتا رہا اور اب بھی یہ اسلامی مملکت کے دستور کا حصہ ہے۔ غیر مسلموں کے جو وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتے ان کی میزبانی نبی پاک ﷺ خود فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی مہمان نوازی خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا:

إِنَّهُمْ كَانُوا لِأَصْحَابِي مُكْرِمِينَ، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُكَافِئَهُمْ۔

"یہ لوگ میرے ساتھیوں کے لیے قابل احترام ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ ان کی مہمان نوازی میں کروں"

آپ ﷺ کا اہل کتاب کے علاوہ مشرکین (بت پرست اقوام) سے بھی جو حسن سلوک رہا ہے اس کی بھی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ مشرکین مکہ اور طائف والوں نے آپ ﷺ پر بے شمار مظالم ڈھائے، لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے ایک انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ نے ابوسفیان سے کہا:

الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، الْيَوْمُ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَةُ۔

"آج لڑائی کا دن ہے، آج حرمت حلال کر دی گئی ہے"

یعنی آج کفر سے جی بھر کر لڑنے کا دن ہے اور انتقام لینا ہے۔ تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور ان سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کے سپرد کر دیا اور ابوسفیان سے فرمایا:

الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ۔

"(آج لڑائی کا نہیں) بلکہ آج رحمت کے عام کرنے اور معاف کر دینے کا دن ہے"

سبحان اللہ! اس اہم موقع پر کہ جب آپ کو اپنے جانی دشمنوں پر مکمل غلبہ حاصل ہو چکا ہے کیسے رحمت و شفقت بھرے جذبات ہیں؟ عفو و درگذر اور عام معافی کا درس دیا جا رہا ہے۔ اسلامی عمرانیات کی یہ وہ بے مثال خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ جیسا پر امن اور پاکیزہ نظامِ زندگی دینِ اسلام اپنے ماننے والوں کو عطا کرتا ہے ایسا نظام دنیا کے کسی مذہب اور معاشرے میں نہیں ملتا اور قیامت تک اس کی مثال انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار پیش نہیں کر سکتے۔

خلاصۃ البحث

اسلام کی ان عمرانی خصوصیات کا مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اپنے خالق کی رضا جوئی ہے جو اس کی خشیت اور اطاعت گذاری کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے بعد حقوق العباد کا خیال رکھنا کسی بھی معاشرے کی اصلاح و فلاح میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گویا اسلام اپنے پیروکاروں کو انسانی معیار کو بلند کرنے کا درس دیتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسان کی اصل کامیابی اخلاق و کردار کی پاکیزگی میں ہے۔ خوف خدا سے سرشار شخص ہی ایسی سیرت کا حامل

ہو سکتا ہے جس کو نہ کبھی دولتمندی کا نشہ فرعونیت کے گھمنڈ میں ڈالتا ہے اور نہ اس کو غربت وافلاس اور فقیری اپنے رب کی رحمت سے مایوس کرتی ہے بلکہ وہ مال واسباب کی فراوانی کو خدا کی عنایت سمجھ کر اس پر شکر ادا کرتا ہے اور اس کو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے۔اور ان اسباب سے محرومی پر شکوہ کناں ہونے کی بجائے اس کو اپنے رب کی رضا سمجھ کر اس پر صبر کرتا ہے۔قرآن وسنت کی تعلیمات میں غور کرنے سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جس کے افراد باہمی محبت وپیار، عفوو درگذر، ہمدردی وایثار، بےلوث خدمتِ خلق اور احترامِ انسانیت کے جذبے سے معمور ہوں۔وہ افراد دولت کے بچاری ہونے کی بجائے انفاق فی سبیل اللہ کو عظیم فریضہ سمجھتے ہوں۔تخت وتاج کے حصول کا مقصد ان کے لئے مطلق العنانی اور دیرینہ خواہشاتِ نفس کی تکمیل نہ ہو بلکہ رعایا کی خیرخواہی ہو۔اس معاشرے کے مکین ایک دوسرے کی عزت وعصمت کے لٹیرے ہونے کی بجائے اس کے محافظ ہوں۔جہاں ظلم وبربریت کی بجائے عدل وانصاف کا راج ہو۔جس معاشرے میں ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا نہ ہو بلکہ اس کی عزت وآبرو اور جان ومال کا امین ہو۔جہاں دہشت ووحشت کی بجائے امن وامان کی فضا قائم ہو۔جس کے افراد میں جھوٹ، ملاوٹ، دھوکہ دہی اور ناجائز منافع خوری کی عادات کی بجائے اخلاص ورحمدلی کے جذبات پائے جاتے ہوں۔اور اس وقت تک کوئی بھی معاشرہ ان خصوصیات کا حامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ مکمل طور پر اسلامائز نہ ہو اور اس کی اقدار قرآن وسنت پر مبنی نہ ہوں اور اس کا آئین وقانون شریعت مطہرہ سے متصادم نہ ہو۔

اس ضمن میں سیرت طیبہ سے جو سبق حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ان بنیادی اقدار کے فروغ کی نہ صرف تعلیم دی ہے بلکہ پہلے ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر بھی کر کے دکھایا ہے جس کے اثرات ہمیں واضح طور پر خلفاء راشدین کی سیرت میں بالخصوص اور تمام صحابہ کرام میں بالعموم نظر آتے ہیں۔آج بھی مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی کامیابی وفلاح کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر پابندی سے عمل کریں اور اصلاح معاشرہ میں اپنا کردار ادا کریں۔

حوالہ جات

http://ar.wikipedia.org/wiki-1

2. أبو زيد، عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون (808ھ). ديوان المبتدأ والخبر فی تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوی الشأن الأكبر (تاريخ ابن خلدون)، الناشر: دار الفكر، بيروت. الطبعة: الثانية، 1408ھ-1988م.

3۔الدکتور احمد ابوزید، دراسات مصریۃ فی علم الاجتماع، مرکز البحوث العربیۃ والافریقیۃ۔

4۔التویجری، محمد بن ابراہیم بن عبداللہ، موسوعۃ فقہ القلوب، بیت الأفکار الدولیۃ، سعودی عرب، 2/1456

5۔المائدہ 3:5

6۔الذاریات 51:56-58

7۔ابراہیم 42:41

8۔الروم 30:30

9۔الحسینی، محمد رشید بن علی رضا، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، طبع 1990م، 11/200-201

10۔المخزومی، مجاہد بن جبر، أبوالحجاج، تفسیر مجاهد، دار الفکر الإسلامی الحدیثۃ، مصر، طبع أول 1410ھ-1989م، 1/539

11۔بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ البخاری، الجامع الصحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، طبع اول، 1422ھ، رقم الحدیث 1358

12۔البقرۃ 2:207

13۔تفسیر المنار، 2/203

14۔القشیری، مسلم بن حجاج، ابوالحسن، الجامع الصحیح المسلم، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، رقم الحدیث 2199

15۔الہیثمی، علی بن ابی بکر، ابوالحسن، نور الدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد مکتبۃ القدسی، القاہرۃ، ط1994م، رقم الحدیث 13710

16۔الجامع الصحیح المسلم، رقم الحدیث 1695

17۔الجامع الصحیح البخاری، رقم الحدیث 4418

18۔ایضاً؛ وتفسیر المنار، 11/ 56

19۔التوبۃ 9:118

20۔تفسیر المنار، 11/ 58

21۔التوبۃ 9:103

22۔آل عمران، 3:180

23۔تفسیر المنار، 11/ 22

24۔الجامع الصحیح المسلم، رقم الحدیث 1036

25۔الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، سنن الترمذی، دار الغرب ال إسلامی، بیروت، ت بشار عواد، طبع 1998م، رقم الحدیث 3354

26۔آل عمران 3:79

27۔تفسیر المنار، 3/ 285

28۔ایضا، 3/ 286

29۔الطبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، جامع البیان فی تاویل القرآن، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط 2000م 6/ 539

30۔الفرقان 25:43

31۔تفسیر المنار، 1/ 386

32۔الجاثیۃ 45:23

33۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر) دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط 1419ھ، 7/ 247

34۔الطبرانی، سلیمان بن أحمد، أبوالقاسم، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، رقم الحدیث 7502

35۔الممتحنۃ 60:8

36۔تفسیر المنار، 3/ 230

37۔التفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر) 8/ 119

38۔السجستانی،سلیمان بن الأشعث،أبوداود،المکتبۃ العصریۃ،صیدا،بیروت،رقم الحدیث 3052

39۔البیہقی،احمد بن الحسین،ابوبکر،شعب الایمان،مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع،ریاض،ط اول 2003م رقم الحدیث 8704

40۔الجامع الصحیح البخاری،رقم الحدیث 4280

41۔العسقلانی،أحمد بن علی بن حجر،أبوالفضل،فتح الباری شرح صحیح البخاری،دارالمعرفۃ،بیروت،ط 1379ھ،رقم الحدیث 4280

مصادر و مراجع

قرآن کریم

1۔بخاری،محمد بن اسماعیل،أبوعبداللہ،الجامع الصحیح البخاری،دار طوق النجاۃ طبع اول،1422ھ

2۔البیہقی،احمد بن الحسین،ابوبکر،شعب الایمان،مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع،ریاض،ط اول 2003م

3۔رقم الحدیث 8704

4۔الترمذی،محمد بن عیسیٰ،ابوعیسیٰ سنن الترمذی،دار الغرب الاسلامی،بیروت،ت بشار عواد،طبع 1998م

5۔الحسینی،محمد رشید بن علی رضا،تفسیر المنار،الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب،طبع 1990م

6۔السجستانی،سلیمان بن الأشعث،أبوداود،المکتبۃ العصریۃ،صیدا،بیروت

7۔الطبری،محمد بن جریر،ابوجعفر،جامع البیان فی تاویل القرآن،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،ط 2000م

8۔الطبرانی،سلیمان بن أحمد،أبوالقاسم،المعجم الکبیر،مکتبۃ ابن تیمیۃ،القاہرۃ

9۔العسقلانی،أحمد بن علی بن حجر،أبوالفضل،فتح الباری شرح صحیح البخاری،دار المعرفۃ،بیروت،ط 1379ھ

10۔القشیری،مسلم بن حجاج،الجامع الصحیح المسلم،دار احیاء التراث العربی،بیروت

11۔ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،ابوالفداء،تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر) دار الکتب العلمیۃ،بیروت،ط اول 419ھ

12۔المخزومی،مجاہد بن جبر،أبوالحجاج،تفسیر مجاہد،دار الفکر الاسلامی الحدیثۃ،مصر،طبع أول 1410ھ-1989م

الہیثمی،علی بن ابی بکر،ابوالحسن،نور الدین،مجمع الزوائد ومنبع الفوائد مکتبۃ القدسی،القاہرۃ،ط 1994م